

تصوف و طریقت کے چہار رنگ کا نظریہ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ

پروفیسر ڈاکٹر محمد یسین مظہر صدیقی *

Abstract:

Hazrat shah waliullah was great Muslim reformist of 18th century in India. He was a brilliant thinker and scholar with critical insight of political as well as mystical scenario of that time. In order to bring the Muslim of India on right path and help them, shah waliullah worked really hard. He was an authentic theologian, good sufi and scholar of Islam. He has given the theory of four modes of Tasawwuf and treeqat i-e colour of Tasawwuf ,colours of treeqat o Tasawwuf, periods of treeqat, alterations of Tasawwuf o treeqat. Hazrat shah waliullah explained his theory of four modes of Tasawwuf through the famous books Al-Tahfimat, Al-Ielahyyat, Hujjat Allah Al-Balighah and Hama'at . All these interpretations of these terms and periods of tasawwuf and tareeqat have been elaborated in this article.

Key Words:

Shah Waliullah, Refosrmist, India, Authentic, Theologian, Modes, Al-Tahfimat, Al-Ielahyyat, Hujjat Allah Al-Baligha.

* سابق صدر رہائیکلر ادارہ علوم اسلامیہ، شاہ ولی اللہ دہلوی ریسرچ سیل، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، اندھیا

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی (احمد بن عبد الرحیم فاروقی، ۲ شوال ۱۱۱۲ھ / ۲۱ فروری ۱۷۰۳ء) حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی (احمد بن عبد الرحیم فاروقی، ۲ شوال ۱۱۱۲ھ / ۲۱ فروری ۱۷۰۳ء) جامع شریعت و طریقت تھے۔ وہ تمام شرعی و دینی علوم و فنون، قرآن و تفسیر، حدیث و فقہ وغیرہ کے تبحر عالم اور ایسے عظیم پارکہ کہ ان تمام علوم اسلامی و دینی کے مزان و روح، حکمت و گہرائی اور وسعت و اطلاق پر گہری نظر رکھتے تھے۔ اسی کے ساتھ وہ ان تمام علوم و فنون شرعی کے غالباً سب سے جلیل القدر اور ماہر ترین مؤلف و مصنف بھی تھے ان کی کتب شریعت۔۔۔ جماعت اللہ البالغ، فتح الرحمن، الفوز الکبیر، موسیٰ مصنفی، شرح تراجم ابواب البخاری، ازالۃ الخفاء وغیرہ۔۔۔ اسلامی دائرة المعارف (مفصل بحث) کے کتب خاکسار جیسے حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی۔۔۔ شخصیت و حکمت کا ایک تعارف، علی گڑھ ۲۰۰۱ء: تصانیف شاہ ولی اللہ کا تقدیمی تجزیہ علی گڑھ ۲۰۰۹ء وغیرہ: بلجن (بالیون)، جے ایم ایس، ریجنیون ایئڈ تھاٹ آف شاہ ولی اللہ (انگریزی) (الائیڈن ۱۹۸۲ء ابو الحسن علی ندوی تاریخ دعوت وعزیمت، لکھنؤ ۱۹۸۲ء، جلد پنجم: عبید اللہ سندھی، شاہ ولی اللہ اور ان کا فلسفہ، لاہور ۱۹۹۸ء اور دیگر کتب بر شاہ)

طریقت و تصوف میں ان کا انتیاز خاص یہ تھا کہ وہ نظری اور عملی دونوں اقسام اور ان کی باریکیوں کے عظیم ترین پارکہ تھے۔ نظری اور عملی تصوف کی تعلیم انہوں نے اپنے والد گرامی شیخ عبد الرحیم بن شیخ وجیہ الدین فاروقی (۱۰۵۳ء / ۱۶۳۳ھ - ۱۱۳۱ھ / ۱۶۹۵ء) سے حاصل کی اور ان ہی سے سترہ سال کی عمرِ اکتساب کے دوران عملی تربیت اور نظری تعلیم بھی پائی۔ حضرت شاہ ولی اللہ تھیں نے اس کے علاوہ بعض دوسرے شیوخ خصوصاً شیخ ابو طاہر کردی مدنی (م ۱۳۳۷ء) سے نظری اور عملی تربیت پائی خود بھی اپنے مطالعہ و عمل سے اس میں پختگی پیدا کی۔ وہ تصوف میں بعض کتابوں اور متعدد رسالوں کے مؤلف بھی ہیں جو ان کے فی تحریر پر دال ہیں۔^(۱)

ان کا سب سے منفرد، ممتاز اور قابل فخر تخصص یہ ہے کہ وہ شریعت و طریقت کے باہمی ارتباٹ کے بھی پارکہ تھے، عام طور سے تصوف و طریقت کو دین و شریعت کا ایک مدد مقابل، حریف اور رقیب بنا کر پیش کیا جاتا ہے کہ دونوں کا نظام الگ الگ ہے حضرت شاہ ولی اللہ کی حکمت اسلامی، مہارت باطنی اور فراست ایمانی نے ان پر واضح کر دیا تھا کہ ان دونوں میں کل و جز کے تعلق کا ربط ہے دین و شریعت اصل اور کل ہے اور تصوف و طریقت اس کا جزو اور حصہ ہے اور جزو و اپنے کل سے سارا نظری اور عملی اکتساب کرتا ہے اسی بالغ نظری نے حضرت شاہ ولی اللہ کو تصوف و طریقت کے چار گنوں والوں کا نظریہ پیش کرنے پر اکسایا اور اسی کا مطالعہ اس مقاولہ کا موضوع ہے۔

مأخذ نظریہ:

عقری شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی دوسری اسلامی عقری شخصیات کی مانند ایک اور بھی فکری اور علمی انفرادیت ہے وہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ (ابو حامد محمد بن محمد طوسی، ۵۰۵ھ / ۱۰۵۸ء۔۔۔ ۵۰۵ھ / ۱۱۱۱ء۔۔۔) اور امام ابن تیمیہ (نقی الدین احمد بن عبدالجلیم (۲۶۳ھ / ۱۲۶۳ء۔۔۔ ۲۸۷ھ / ۱۳۲۸ء۔۔۔) اور ان جیسے دوسرے عقری محدثین و مؤلفین کی مانند اپنے افکار و نظریات کی شرح بار بار کرتے ہیں حضرت شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا تو یہ امتیاز خاص ہے کہ وہ اپنے پسندیدہ افکار و نظریات پر مختلف حوالوں سے متعدد رسالوں میں بحث کرتے ہیں متاخرین اور ان میں سے بھی سہل نگاروں کی فطری مجبوری یہ ہے کہ وہ صرف کسی ایک مأخذ کتاب اور رسالہ پر اکتفا کر لیتے ہیں اس لیے ان کی نظر سے افکار و نظریات حضرت شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے تمام ابعاد و جهات (Dimensioned) اوجھل ہو جاتے ہیں۔

ان کے قصور ہم اور عجم، استنباط اور مخذوری، استخراج کا بھی کافی دخل ہوتا ہے جو ان کی تربیتی کو داغدار اور پیش کش کو ناقص بناتا ہے۔^(۲)

بلاشہ حضرت شاہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی کسی ایک کتاب بالخصوص فتنہ شاہکار میں اپنے کسی خاص نظریہ و فکر کو پیش کرتے اور اکثر ویژت اس کی فکری داغ بیل اپنی اسلامی قاموں اور امام الکتاب۔۔۔ جنتۃ اللہ بالاغد۔۔۔ میں پہلے پہل ڈالتے ہیں اس کو فکری ارتقاء کی سان پر چڑھا کر تصنیفی و تالیفی شرح و بسط کے ساتھ کسی خاص رسالہ یا کتاب میں اجاگر کرتے ہیں ان کی تیسری فکری، علمی اور تصنیفی صورت گردی یہ ہوتی ہے کہ وہ اس خاص فکر و نظر کی بعض خاص جہات والجاد کی وضاحت اور شرح و بسط کسی دوسری تالیف و تصنیف میں بھی کرتے ہیں حضرت شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے اس طریقہ کار سے سہل پسند و اقتضب نہیں ہوتے اور چند کلیوں میں قناعت کر کے اپنے دامن فکر و ادا کو تنگ تو کرہی لیتے ہیں اور اس کی وجہ سے دوسروں کو بھی غلط فہمی کا شکار بناتے ہیں۔

حضرت شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے چہار رنگ ہائے تصوف کے نظریہ کے ساتھ بھی بھی ہوا۔ مترجمین و شارحین نے اپنی عاجزانہ شرح سے ابیل علم کو بھی گراہ کیا۔^(۳) چہار رنگہائے تصوف والوں طریقت کا نظریہ و فکر حضرت شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے بنیادی طور سے اپنی عظیم تالیف تصوف و طریقت۔۔۔ ہم عات میں خاصی شرح و بسط کے ساتھ پیش کیا۔ وہ بلاشہ اس فکر و نظریہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا بنیادی اور عظیم ترین مأخذ ہے مگر وہی کل نہیں ہے۔ اس نظریہ و فکر کی بعض جہات۔۔۔ اہم ترین جہات۔۔۔ پر حضرت شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے بعض دوسری تصنیف میں بھی بحث

کی ان میں حضرت شاہ رضیٰ کی کشکوٹ طریقت۔۔۔ تفہیمات الالہیہ۔۔۔ کی بعض تفہیمات بھی شامل ہیں جن میں ان پر بحث آئی ہے ان کے ساتھ حضرت شاہ رضیٰ کی مجموعی فکر اسلامی اور وسیع تر فکر طریقت کے تناظر میں بعض دوسرے نظریات و افکار کے ساتھ بھی اس کا مطالعہ کرنا ضروری ہے ورنہ اس عظیم فکر و نظریہ شاہ رضیٰ کی عظمت، انفرادیت، وسعت اور اطلاق سمجھ میں نہیں آسکتا۔

الفاظ و اصطلاحاتِ نظریہ:

اپنے اسلامی و شرعی افکار کے علاوہ خاص صوفی نظریات میں حضرت شاہ رضیٰ نے بعض مخصوص الفاظ و تعبیرات استعمال کی ہیں۔ وہ اپنے معانی اور اطلاقات (applications) دونوں کے لحاظ سے بہت اہم ہوتی ہیں کہ ان کے مقابل ان سے محروم ہوتے، حضرت شاہ رضیٰ نے اپنے اس خاص نظریہ طریقت کے کئی الفاظ و تعبیرات کا استعمال کیا ہے جو حسب ذیل ہیں۔

- ۱۔ رنگ/رنگہائے تصوف
- ۲۔ الوان طریقت و تصوف
- ۳۔ دورہ/دورات طریقت
- ۴۔ تغیرات تصوف و طریقت

ان گوناگوں الفاظ و اصطلاحاتِ حضرت شاہ رضیٰ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ ان سے مراد زمانی ادوار نہیں ہیں جو بالعموم توثیقی اور تاریخی زمانی ادوار کی وجہ سے خاص زمانہ اور تاریخی دور کی حد بندی میں آ جائیں لہذا ان کو زمانی یا تاریخی ادوار (Chronological periods) کہنا صحیح نہیں ہے۔ حضرت شاہ رضیٰ نے اپنی تشریحات میں واضح کیا ہے کہ طریقت و تصوف کے طریقوں میں چار رنگ، الوان، دورات اور تغیرات آئے اور ان کو ان سے یا ان کی حقیقت سے وہی طریقے سے آگاہ کیا ان کو زمانی دور ادوار قرار دینے سے بہت سی غلط فہمیاں اور نارسائیاں پیدا ہوتی ہیں اور ان کا تنازع خاصے اہل علم ہوئے۔^(۲)

تفہیماتِ الالہیہ کی ایک تفہیم۔۔۔ ۳ میں حضرت شاہ رضیٰ نے ان تمام دوراتِ طریقت کو دو بنیادی دورہ میں تقسیم کیا اول دورہ کو دورہ شریعت کہا ہے جو رسول اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے عہد مبارک، صحابہ کرام کے دور عظمت اور تابعین عظام کے دور و لایت کو حاوی تھا جب شریعت و دین خالص کا بول بالا اور اسی کے اعمال و اشغال پر سب عوام و خواص کا عمل و تعامل قرار پایا تھا اس کے بعد کا دوسرا دورہ ان کی زبان میں دورہ طریقت

ہے جو سید الطائفہ حضرت شیخ جنید بغدادی (ابوالقاسم جنید بن محمد جنید بغدادی ۹۱۰ / ۲۹۷) کے زمانے سے شروع ہوا اور یہ دونوں دورات شریعت و طریقت شانہ بنا نہ چلتے رہے۔

چاروں دورات رنگہائے تصوف کا بیان:

دورہ شریعت و طریقت:

حضرت شاہ نے ”اولین دورہ“ رنگ کے بارے میں جو کچھ ہمیات میں لکھا ہے اس کا ترجمہ حسب ذیل کیا گیا ہے:

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہ کے زمانے میں چند نسلوں تک ”اہل کمال“ کی پیشتر توجہ زیادہ تر شریعت کے ظاہری اعمال کی طرف رہی۔ ان لوگوں کو باطنی زندگی کے جملہ مراتب شرعی احکام کی پابندی کے ذیل میں ہی حاصل ہو جاتے تھے چنانچہ ان بزرگوں کا ”احسان“ یعنی حاصل تصوف یہ تھا کہ وہ نمازیں پڑھتے تھے، ذکر ملاوت کرتے تھے، روزے رکھتے تھے حج کرتے تھے، صدقہ اور زکوٰۃ دیتے تھے اور جہاد کرتے تھے۔ ان میں سے کوئی شخص ایسا نہ تھا جو سر نیچے کیے بخیر تفکرات میں غرق نظر آتا۔ یہ بزرگ خدا تعالیٰ سے قرب و حضوری کی نسبت اعمال شریعت اور ذکر اذکار کے سوا کسی اور ذریعے سے حاصل کرنے کی سعی نہ کرتے تھے بے شک ان اہل کمال بزرگوں میں سے جو محقق ہوتے ہیں ان کو ذکر اذکار اور نماز میں لذت ملتی، قرآن مجید کی ملاوت سے متاثر ہوتے۔ اسی طرح شریعت کے دوسرے احکام بجا لاتے۔ ان شرعی احکام کی بجا آوری سے ان کے باطنی تقاضوں کی تسلیم بھی ہوتی تھی۔ ان میں سے کوئی شخص نہ بے ہوش ہوتا اور نہ اسے وجد آتا، نہ وہ جوش میں آ کر کپڑے پھاڑتا، نہ طیل یعنی خلاف شرع کوئی لفظ اس کی زبان سے نکلتا۔ یہ بزرگ تجلیات اور اس کے دوسرے مسائل کے متعلق گفتگوں کرتے کشف و کرامات اور خوارق ان سے بہت کم ظاہر ہوتے اور سرمتی اور بے خودی کی کیفیت بھی شاذ و نادر ہی ان پر طاری ہوتی اور اگر کبھی کبھی یہ بتیں ان سے صادر بھی ہوتیں تو قصدا نہیں، بلکہ محض اتفاق سے ایسا ہوتا، بات یہ ہے کہ وہ نفسی کیفیات جن کا نتیجہ کرامات، خوارق اور سرمتی و بے خودی کی قبیل کی چیزیں ہوتی ہیں، یہ کیفیات ان بزرگوں کے اندر اتنی راستخ نہ ہوتی تھیں کہ وہ ملکہ بن جاتیں۔ یہ چیزیں ایسی نہ ہوتیں کہ عوام کی ان تک رسائی نہ ہو سکتی۔

قصہ مختصر اس دور میں ”جسے تصوف یا احسان کا پہلا دور کہنا چاہیے“ اہل کمال، کا غالب طور پر یہی حال رہا ہے۔ (۵)

بھعات کی اس بحث شاہ اور اس کے اردو ترجمہ کے بعض الفاظ و اصطلاحات کی طرف توجہ کرنی از بس ضروری ہے۔ ”اہل کمال“ اور عوام کی دو اصطلاحات استعمال کر کے حضرت شاہ رضیٰ نے واضح کیا ہے کہ خواص میں اہل کمال شامل تھے اور عوام الناس ان سے مختلف لوگ تھے جن کی استعدادات مختلف و فرقی تھیں۔ حضرت شاہ رضیٰ نے طریقت و تصوف کو ہمیشہ اہل کمال اور ان کے ادنی، اوسط اور اعلیٰ طبقات کا وظیفہ حیات و طریقہ عمل قرار دیا ہے۔ انہوں نے عوام اور ان کے طبقات سے اسے بالاتر بتایا ہے تو جے، باطنی زندگی، جملہ مراتب، احسان، حاصل تصوف، کشف و کرامت، خوارق، بحر تفکرات، سرستی و بے خودی کی تمام اصطلاحات صوفیانہ ہیں اور ان میں سے صرف احسان اس اولین ”پیش دورہ شریعت“ میں پایا جاتا تھا جو حدیثی ہے۔^(۱) تفہیم۔۔۔ ۳۱ کا بنیادی موضوع فلسفیانہ تصوف کا ایک بحث ہے: ”مرتبہ عقل میں حقوق کی تمیز کرنے کا بیان اور انبیاء اور اولیاء کے بعض خصائص کا ذکر۔“ اسی میں دوسرے انبیاء کرام کے بعد رسول اکرمؐ کے خصائص کی بحث ہے جو اس بحث و نظریہ شاہ رضیٰ سے متعلق ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے:

علم باطن کے راز (سر) کی حکمت یہ ہے کہ حضرت پیغمبر ﷺ اس سر کا عنوان ہیں باس طور کہ آپ ﷺ خاتم النبوات اور فاتح الولایہ ہیں۔ آپ ﷺ کے راہ و لایت کے فاتح ہونے کا معنی یہ ہے کہ آپ ﷺ کا چہرہ انور عالم کے انسانخ کی طرف ہے اور وہ فناۓ بحث کے مقدمات میں سے ایک مقدمہ ہے۔ آنحضرت ﷺ کے بعد ہی ہر فاتح و خاتم باب و لایت کا فاتح و خاتم ہوتا ہے اس امت مرحومہ کے اولین فاتح حضرت علی مرتفعی کرم اللہ وجہہ ہیں کہ وہ رسول ﷺ کی فاتحیت کے ایک جارحہ (عضو) کی مانند ہیں۔۔۔ حضرت امیر کرم اللہ وجہہ کا سر (حکمت) ان کی اولاد کرام میں سراحت کر گی اور حضرت جنید قدس سرہ کے زمانے تک ان کے خاندان میں ایک کے بعد دوسرا شخص اس لمعہ نبوت کا حامل ہوا کہ اس کا زمانہ بطور (اندرون) کی طرف ہمیشہ متوجہ رہتا ہے۔۔۔ اور دوسرے فاتح و خاتم و قائل دیگر سید الطائفہ جنید قدس سرہ ہیں کہ اس شعلہ کو اپنے اندر وون میں بسا کر (پیچاندہ) اور پر کی جانب متوجہ کر دیا۔ اس وقت احوال ظاہر ہوئے جیسے توکل، تسلیم وغیرہ۔ گذشتہ (پیشین) دورہ دورہ شریعت تھا اور یہ دورہ طریقت ہے کہ امت کے اولیاء میں سے کوئی ایسا نہیں جو سید الطائفہ سے منسوب نہ ہو۔۔۔^(۲)

حضرت شاہ رضیٰ نے دورہ شریعت سے دورہ طریقت تک کے سفر و انتقال پر اس تفہیم میں فلسفیانہ بحث کی ہے۔ اس کا واقعی اور دینی اور طریقی رصوفی پہلو یہ ہے کہ حضرت جنید بغدادی سے قبل کے دورہ رنگ تصوف کو شریعت سے تعبیر کیا ہے بھعات کی مذکورہ بالا بحث و شرح میں بھی دوہ واحد ضمیح ہے۔ اس میں لفظ

تصوف تصور کا آجائے سے بعض اہل علم کو غلط فہمی ہو گئی ہے کہ حضرت شاہ عبدالغفاری نے اولین قرون خیر کے اہل کمال کے احسان کو تصوف (رواجی تصوف کا دور) قرار دے دیا، حالانکہ ایسا نہیں ہے حضرت شاہ عبدالغفاری نے اس کو حدیثی لفظ و اصطلاح احسان سے تعمیر کیا ہے جو صحابہ کرام اور ان کے جانشینوں کو شرعی احکام کی بجا آوری سے حاصل ہو جاتا تھا اور اس سے ان کے باطنی تقاضوں کی تکمیل ہو جاتی تھی اور سب سے اہم بات کہ وہ عوام کی دسترس سے دور نہ تھا تفہیم: ۱۹۱ میں اولین دورہ کا نام ”دورہ الایمان“ رکھا ہے اور اس کی جو وضاحت کی ہے وہ اسے شرعی اور اور احکام کی بجا آوری سے باطنی ترقی اور روحانی ترقی کی صفات قرار دیتی ہے۔^(۸)

دوسرے دورہ / رنگ تغیرِ تصوف

تفہیمات الہیہ کی مذکورہ بالا تفہیم۔۔۔ ۱۳ میں اختصار کے ساتھ اور ہمیات میں شرح و سط کے ساتھ حضرت شاہ نے دوسرے رنگ پر بحث کی ہے:

”حضرت جنید، جو گروہ صوفیہ کے سرخیل ہیں، ان کے زمانے میں یا ان سے کچھ پہلے تصوف کے ایک اور رنگ کا ظہور ہوتا ہے۔۔۔

۱۔ اس زمانے میں یہ ہوا کہ ”اہل کمال“ میں سے ایک ”عام طبقہ“ تو اسی طریقہ پر کار بندرا جس کا ذکر پہلے دورہ کے ضمن میں ہو چکا ہے۔

لیکن ان میں سے جو خواص تھے انہوں نے بڑی بڑی ریاضتیں کیں اور دنیا سے بالکل قطع تعلق کر لیا اور مستقل طور پر وہ ذکر و فکر میں لگ گئے۔ اس سے ان کے اندر ایک خاص کیفیت پیدا ہو گئی۔ اس کیفیت سے مقصود یہ تھا کہ دل کو تعلق باللہ کی نسبت حاصل ہو جائے۔ چنانچہ یہ لوگ اس نسبت کے حصول میں لگ گئے۔ وہ مددوں مرابتے کرتے اور ان سے تخلی، استمار، انس اور وحشت کے احوال و ایثار ظاہر ہوتے اور وہ اپنے ان احوال کو نکات اور اشارات میں بیان کرتے۔۔۔ یہ لوگ سماں سنتے، سرمستی و بنے خودی میں بے ہوش ہو جاتے، کپڑے پھاڑتے۔۔۔ وغیرہ وغیرہ۔

۲۔ الغرض اس دور کے اہل کمال کا تصوف یہ تھا کہ وہ خدا کی عبادت دوزخ کے عذاب سے ڈر کر یا جنت کی نعمتوں کی طمع میں نہ کرتے تھے بلکہ ان کی عبادت کا محکم خدا کے ساتھ ان کی محبت کا جذبہ تھا۔

لیکن تصوف کے اس دورہ / رنگ میں ”توجہ“ کی نسبت اپنے درجہ کمال تک نہیں پہنچی تھی۔ توجہ سے مراد یہاں ”نفس“ کا پوری طرح حقیقت الحقائق یعنی ذات خداوندی کی طرف متوجہ ہونا ہے اور وہ

اس طرح کے نفس اللہ کے رنگ میں رنگا جائے اور وہ دنیا کی عارضی اور فانی چیزوں پر پوری طرح غالب آجائے۔ تصوف کے اس دورہ میں توجہ کی نسبت دوسری چیزوں سے ملی جبی ہوتی تھی۔۔۔

۵۔ اصل بات یہ ہے کہ ان بزرگوں رابلی کمال پر طاعت کا رنگ غالب تھا اور طاعت کے انوار سے وہ سرشار تھے۔ (۹)

حضرت شاہ حبیب اللہ علیہ السلام کی اس شرح و تفصیل میں تین چار نکات قابل غور و فکر ہیں کہ ان پر سارا مدار بحث و تجزیہ ہو گا:

اول: دوسرے دورہ رنگ تصوف میں ”ابلی کمال“ کے دو طبقات تھے: ایک عام طبقہ جو دورہ شریعت پر کار بندر ہا۔ دوسرا خواص جو ریاضات شاق کا عادی، دنیاوی علاقے سے قطع تعلق کرنے والا اور مستقل ذکر و فکر کا خوگر بن گیا۔

دوم: ان خواص ابلی کمال کی نسبت توجہ بھی ابھی کامل نہ تھی۔

سوم: ان پر طاعت شریعت و دین کا رنگ غالب تھا۔

تیرا دورہ رنگ تصوف:

ہمیات میں حضرت شاہ حبیب اللہ علیہ السلام نے اس کی وضاحت میں لکھا ہے کہ:

”سلطان الطریق شیخ ابوسعید بن ابی الحیرۃ اللہ علیہ السلام اور شیخ ابوالحسن خرقانی کے زمانے میں طریق تصوف میں ایک اور تفسیر رونما ہوتی ہے۔

۱۔ اس دور میں ابلی کمال میں سے ”عوام“ توصیب سابق شرعی اور ادا امر و اعمال پر ٹھہرے رہے۔

۲۔ اور خواص نے باطنی احوال و کیفیات کو پنا نصب اعین بنایا۔

۳۔ اور جو خواص (الخواص) تھے انہوں نے اعمال و احوال سے گزر کر ”جذب“ تک رسائی حاصل کی۔

۴۔ اور اس ”جذب“ ہی کی وجہ سے ان کے سامنے ”توجہ“ کی نسبت کا راستہ کھل گیا اور اسی سے ”تعینات“ کے سب پر دے ان کے چاک ہو گئے اور انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ وہی ایک

ذات ہے جس پر تمام اشیاء کے وجود کا انحصار ہے اور وہی ذات سب اشیاء کی ”قیوم“ ہے۔

۵۔ یہ لوگ اس ذات میں گم ہو گئے اور اس کے رنگ میں ان کے نقوش رنگے گئے۔

۶۔ چنانچہ اس حال میں نہ ان کو اراد و ظالائف کی چند اس ضرورت رہی اور نہ انہیں مجاہدے اور ریاضتیں

کرنے اور نفس اور دنیا کے فریبوں کو جانے کی سدھ بده رہی۔ ان کی تمام تر کوشش کا مقصد یہ ٹھہرا کہ جس طرح بھی ہو ”توجه“ کی نسبت کی تمجیل کریں۔ توجہ کے علاوہ باقی جو سبیں ہیں یہ لوگ انہیں نورانی حجا بسجھتے تھے۔

۷۔ اس عہد میں توحید و جودی اور توحید شہودی میں فرق نہیں کیا جاتا تھا۔ دراصل ان بزرگوں کی اصل غایت یہ تھی کہ ذات اللہ میں اپنے وجود کو گم کرے اس مقام کی کیفیات سے لطف اندوڑ ہوں۔ چنانچہ وہ اس بحث میں نہیں پڑتے تھے۔۔۔ فنا و بقا کے کیا حقائق ہیں؟^(۱۰)

تفہیمات الہیہ میں حضرت شاہ حبیبی نے اس دورہ کا خاتم و فاتح صرف سلطان الطریق ابوسعید بن ابی الخیر کو قرار دیا ہے اور شیخ ابوالحسن خرقانی کا نام نہیں لیا۔ اس دورہ ورنگ کی تعبیر بھی مختصر کی ہے کہ ”بساط احوال را در نور دیدہ مرکز دارہ و روح ہم فنا در نقطہ وجود و بقا آن ساخت“^(۱۱) تفہیم۔ ۱۶۱ میں حضرت شاہ حبیبی نے اس دورہ ورنگ طریقت کو زمان قرب النوافل قرار دے کر اس کی تشریح کی ہے۔^(۱۲)

چوتھا دورہ / ورنگِ تصوف

حضرت شاہ حبیبی بمعاہت میں رقمطراز ہیں:

۱۔ آخر میں شیخ اکبر محی الدین ابن عربی اور ان سے کچھ پہلے کا زمانہ آتا ہے۔
اس عہد میں ان اہل کمال۔۔۔ کیفیات و احوال کی منزل سے آگے بڑھ کر حقائقِ تصوف کی بحث و تدقیق کرنے لگتے ہیں۔ ذات واجب الوجود سے یہ کائنات کس طرح صادر ہوئی؟ ان بزرگوں نے ظہور وجود کے مدارج اور ترتیلات کی ریاضت کے بعد اس امر کی تحقیق کی کہ واجب الوجود سے سب سے پہلے کس چیز کا صدور ہو اور کس طرح یہ صدور عمل میں آیا۔

۲۔ الغرض یا اور اس طرح کے دوسرے مسائل ان لوگوں کے لیے موضوع بحث بن گئے۔^(۱۳)
اسی بیان کو اختصار کے ساتھ تفہیم۔۳۱ میں اس طرح بیان کیا ہے:

”وَخَاتَمَ فَاتِحَ دِيْگُرِ شَيْخِ أَكْبَرِ شَيْخِ مَحْسِيِ الدِّينِ بْنِ عَلَىِ بْنِ عَرَبِيِّ اسْتَ
قَدِسَ اللَّهُ تَعَالَى سَرَهُ الْعَزِيزُ كَمَطْمَحَ نَظَرَ كَشْفِ حَقَائِقِ الْأَهْلِيَهُ وَكَوْنِيهِ بِوْجَدَانِ
سَاخْتَهُ آنَّهُ مِهَ اَعْمَالُ وَاحِدَهُ وَفَنَاءُ بَقَارَ الْأَمْوَالُ مُعَدَّهُ شَمَرْدَهُ۔“^(۱۴)

ایک اور تفہیم، ۱۶۱ میں حضرت شاہ حبیبی نے دورات اربعہ کی بحث میں اس چوتھے دورہ کو ”زمان

اُحکمۃ“ کہا ہے۔ اس کے کمالات و اوصاف پر الگ تفہیم میں بھی بحث کی ہے: ۱۹۲/۲: ۱۹۳۔

چاروں دورات طریقت پر تبصرہ شاہ:

”تصوف کے ان چاروں دوروں“ میں جو بھی اہل کمال بزرگ گزرے ہیں، گودہ اپنے اعمال و احوال میں الگ الگ نظر آتے ہیں۔ لیکن جہاں تک ان کی ”اصل“ کا تعلق ہے میرے نزدیک وہ سب ایک ہیں۔ ان بزرگوں میں سے جب کسی نے اس دنیا سے انتقال فرمایا تو جو ”باطنی کیفیت“ اپنی ہمت اور ریاضت سے دل میں پیدا کر لی تھی وہ کیفیت موت کے بعد بھی اس بزرگ کے ”نفس“ میں جا گزیں رہی۔

ان بزرگوں کے طفیل مبداء اول یعنی خدا تعالیٰ تک پہنچنے کا راستہ قریب ہو گیا اور ان کی برکات کے انوار سے عالم علوی اور عالم سفلی کی فضائیں منور ہو گئی۔ اسی طرح ان نبوس قدسیہ کی کیفیات بھی دنیاۓ قلموب پر اپنا اثر ڈالتی رہتی ہیں۔ الغرض تصوف کے یہ چاروں کے چاروں طریقے خدا تعالیٰ کے نزدیک مقبول ہیں اور ملاؤ اعلیٰ میں بھی ان سب کی منزلت مسلم ہے۔ اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ ان بزرگوں پر طبقے کے اقوال اور احوال کو ان کے زمانے کے ذوق کے مطابق جانچا جائے اس سلسلے میں یہ کسی طرح مناسب نہیں کہ ہم ایک عہد کے اربابِ تصوف کے اقوال اور احوال کو دوسرے عبارت خدف ہے۔^(۱۲)

یانچوں اور رنگ: طریقت ولی اللہی:

اپنے مشہور و معروف نظریہ چہار رنگ ہائے تصوف کے ذکر کے بعد حضرت شاہ حسینی نے پانچوں رنگ درود رہ بھی بیان کیا ہے جو تہیمات الہیہ میں مفصل آیا ہے مگر وہ زیادہ معروف و مشہور نہیں ہوسکا، البتہ ماہرین فکر حضرت شاہ اسے جانتے ہیں۔ اس کا یہاں ذکرِ محض فکر و نظریہ حضرت شاہ حسینی کے تسلسل کی خاطر کیا جا رہا ہے ورنہ وہ ایک بسیط تحقیقی مقالہ کا تقاضا کرتا ہے۔ اس خاص تفہیم۔ ۱۳ میں چهار دورات طریقت و شریعت کا مختصر ذکر کرنے کے بعد حضرت شاہ حسینی نے لکھا ہے کہ قروں بسیار (بہت طویل عرصے) کے بعد ایک اور شخص درودہ طریقت کا خاتم و فاتح بن کر پیدا ہوا جس نے تمام کمالات انسانی“ کو تقسیم و درج بند کر کے ان میں سے ہر ایک کو اس کی جگہ پر رکھا اور اس میں علوم شخصی کا قطعی کوئی اختلاط و امتران نہیں ہوا ان کا مورد و مأخذ اصلًا حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا قلب ہے جس سے اس خاتم و فاتح کے قلب پر فیضان خاص ہوا ہے۔

حضرت شاہ حسینی نے اس خاتم و فاتح کی خصوصیات گنتائی ہیں جن میں ایک یہ ہے کہ وہ ”مجد یہت و صایت“ اور ”قطبیت و ارشادیت“ کے جامع و مانع قائم ہے۔ یعنی دونوں کا قیام اس کو عطا کیا گیا ہے۔ مجدد

کی فروع میں سے سنت سنیہ کے طریقہ پر فقہ میں کلام کرنا ہے جس میں قیاسی نوامیہ کا اختلاط نہ ہو اور علم کلام میں تکلم و کلام صحابہ اور تابعین کے منہاج پر کہا جائے۔ وصایت کی فروع میں سے احکام و ترغیبات و تربیات، انبیاء کے فصص کی تاویل اور ان تمام چیزوں کے اسرار پر کلام کرنا ہے جو انبیاء کرام نے اپنی زبان مبارک سے بیان فرماتے ہیں۔ قطبیت ارشادیت کے فروع میں سے ایک یہ ہے کہ طریقت کو اس طرح ضبط (مرتب) کرئے کہ وہ باطن کے مطابق لسان فیض کی ترجمان اس طور سے اس زمانہ میں بن جائے کہ وہ مقبول ہو جائے اور نمیدی یہ ہے کہ ان شاء اللہ اس کے ہاتھ پر زمانہ تازہ ہو گا جیسا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ایک حدیث میں فرمایا ہے: ان الزمان قد استدار كهيه يوٰم خلق الله السموات والارض (بخاری و مسلم)۔ خاتمین اور فاتحین کے پیچھے ایک ایسی قوم ہے کہ ان کے درمیان ارشاد کا سر (راز) ظہور میں آئے اور وہ لوگ اصحاب طریق بن جائیں۔ سب حانک لاعلم لنا الاما علمتنا انك انت العليم الحكيم۔^(۱۵)

حضرت شاہ رحلۃ اللہ علیہ نے اس دورہ میں خاتم و فاتح کا نام نہیں لیا مگر اس میں ان کی مراد ان کی ذات والا صفات ہے اور اس میں ذرا بھی شبہ نہیں اس پورے بیان اور دورہ پنجم کا حاصل یہ ہے کہ حضرت شاہ رحلۃ اللہ علیہ کا طریقہ تصوف شریعت و طریقت دونوں کا جامع ترین نسخہ ہے۔

محضر تنقیدی تحریزیہ:

اگرچہ حضرت شاہ رحلۃ اللہ علیہ نے چہار رنگ ہائے تصوف یا چنچ دورات طریقت کا مصدر فیضان والہام کو قرار دیا ہے مگر اس کی تشریح و تعبیر میں ان کی حکمت و فراست کے ساتھ ساتھ ان کی عین فکر اور وسیع مطالعہ اور ہمہ جہت تدبیر کا پورا پورا ہاتھ ہے۔ حضرت شاہ رحلۃ اللہ علیہ کی ایک حکیمانہ طریقت یہ بھی ہے کہ وہ اپنے الہامی فیوض و ربانی فیضانات میں فکر و نظر سمودیتے ہیں اور ظاہر ہے کہ فکر و نظر، حکمت و فراست، تدبیر و تعلق اور ان جیسی تمام دوسری صفات قلبیہ اور سارے ملکاتِ عقلیہ بھی فیضانِ ربانی اور الہامِ الہی ہی پر مبنی ہوتے ہیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ عقلیت پسندان کی حقیقت کو نہیں سمجھ پاتے (فیوض الحرمین کے تمام مشاہدات الہام و القاء اور فیضانِ الہی پر مبنی تائے ہیں مگر ان کے اندر بھی فکر و تدبیر کی عملداری ملتی ہے اور بعد میں اپنی تحقیقات سے ان کو مزید نکھارتے ہیں۔ فیضان والہام میں تدبیر و تعلق کی آمیزش کا وہ کلاسیکی نمونہ ہے، اگر تمام دوسرے رسائل تصوف میں بھی اس کی کارفرمائی ملتی ہو۔)

صوفیائے کرام کے طویل و جلیل سلسلہ میں غالباً حضرت شاہ رحلۃ اللہ علیہ واحد ایسے صوفی مفکر ہیں جنہوں نے

تصوف و طریقت کے رنگوں، دوروں اور تغیروں کا پتہ چلایا ہے اور ان کے آغاز و ارتقاء، تسلیم و قیام اور اثر انگیزی پر بحث کی ہے۔ بالعموم دوسرے مؤلفین صوفیائے کرام نے یا تو تاریخ صوفیہ لکھی ہے یا تصوف و طریقت کے اعمال و اشغال اور ان کے فروق سے بحث کی ہے سوائے حضرت شاہ رحلیٰ کے کسی اور کتاب تحریر میں ان دوروں، رنگوں اور تفسیروں اور ان کے اپنے خاص امتیازات کا پتہ نہیں چلتا۔

اس نظریہ حضرت شاہ رحلیٰ کے بعض امتیازات و اوصاف بڑے حکیمانہ، دور رسمتائی کے حامل اور قطعی اسلامی ہیں۔ (ابو طالب کی قوت القلوب، جو بقول شاہ تمام متاخر صوفی اور ان کی تصنیفات کا اصل مأخذ ہے، اور امام غزالی، شیخ عبدال قادر جیلانی، شہاب الدین سهروردی، ابو بکر سراج، کلاماڈی، شیخ علی ہجویری اور تمام کتب تصوف تاریخ و تعلیمات سے بحث کرتی ہیں۔ ان کے علاوہ طبقات صوفیہ کی کتب بھی ہیں۔

اول امتیاز جو صرف خاص نہیں بلکہ عظیم ترین اور وسیع ترین ہے وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس دور سے حضرت جنید بغدادی رحلیٰ کے ظہور تک اولین دورہ شریعت ہے۔ حضرت شاہ رحلیٰ نے اس کو خالص دورہ شریعت قرار دیا ہے جس میں شریعت ہی طریقت تھی، وہی احسان بھی تھا اور وہی تصوف بھی اگر اسے یہ متاخر زمانے کا مشہور نام دینے پر اصرار کیا جائے۔ اولین رنگ و دورہ طریقت کے بنیادی ارکان و اوصاف یہ ہیں:

اہلِ کمال کی پیشتر جو جز یادہ تر شریعت کے ظاہری اعمال کی طرف رہی۔

ان لوگوں کو باطنی زندگی کے جملہ مراتب شرعی احکام کی پابندی کے ذمیل میں جاتے تھے۔

ان کا احسان یعنی حاصل تصوف نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، جہاد اور ذکر و متلاوت جیسے احکام کی پابندی سے حاصل ہو جاتا تھا۔

عوام کی بھی ان تک رسائی یکساں طور سے تھی اور وہ بھی اہلِ کمال کی طرح احسان پالیتے تھے۔

شرعی احکام کی بجا آوری سے بھی باطن کا تذکرہ ہوتا ہے اور وہ سب اہل ایمان کے لیے عام ہے اسی لیے اسے دورہ ایمان کہا جاتا ہے۔

حضرت شاہ رحلیٰ نے اس دورہ شریعت کو کسی جگہ تغیر نہیں قرار دیا ہے۔ اسے دورہ یا رنگ ہی کہا ہے۔ کیونکہ وہ خوب واقف تھے کہ وہی اسلامی اصل شریعت و طریقت ہے جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ و تابعین کرام کے قرونِ خیر میں جاری رہی۔ اس میں تغیر و تبدل کبھی واقع نہیں ہوا۔

تغیر و تبدل کا عمل اس وقت شروع ہوا جب بقول حضرت شاہ رحلیٰ محقشف صوفیہ نے شریعت کے

اکاوم و قید کی خلاف ورزی کی اور اپنے اپنے انحرافات پیدا کر لیے۔ ان میں سے ایک تجدیدِ الہی اور ترکِ دینا کا خیال و عمل تھا۔ انہوں نے صرف اللہ کی عبادت، اس کے مراقب، ذکر و فکر اور دوسروں کے اعمال و اشغال میں اپنے آپ کو گالیا اور دنیا ترک کر کے اپنی خانقاہوں میں جا بے اور جنمائی اسلامی زندگی کے تمام مراتب کو فراموش کر دیا۔ یہ رہبان طرزِ زندگی اسلامی نہیں حضرت شاہ نے تفہیماتِ الہیہ اور دوسرے رسائل و کتب میں اس صوفیانہ تجاوز پر سخت نقہ کیا ہے کہ وہ باعثِ خرابی تمن ہے۔ مستحقین کے انحراف و تجاوزات کو دور کرنے اور کتاب و سنت پر طریقت و تصوف کی تجدید کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی سنت کے مطابق حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور انہوں نے سنتِ سنیہ پر اسکی تجدید کی اور اسی مضبوط و صالح بندادِ الہی کہ بعد کے تمام صوفیہ کرام اور اہل طریقت ان کے طریقہ کے ہی پابند ہو گئے، اور جو مخترف رہے وہ اصل ڈگر سے بھٹک گئے تھے حضرت شاہ رضی اللہ عنہ نے اس زمانہ سے دورہ طریقت کے آغاز کا ذکر کیا ہے کہ اس سے پہلے کارنگ ددورہ دورہ شریعت ہے۔ جو اس دوسرے دورہ پار گلِ تصوف کے ساتھ ساتھ باقی اور جاری ساری رہا۔ یہ دورہ طریقت اصلاً بعد کے تمام ادوار کو محیط ہے۔ کیونکہ بعد کے تمام صوفیائے کرام اور خاص کر تمام سلاسلِ تصوف اور ان کے بانیان عظام طریقہ جنیدی کے پیروز ہیں۔ اسی لیے حضرت شاہ رضی اللہ عنہ نے مشہور ترین صوفیہ اور ان کے سلاسل و طرق کا ذکر نہیں کیا کہ ان کا رنگ ددورہ خالص رنگ ددورہ جنیدی ہے۔

حضرت شاہ رضی اللہ عنہ نے بہت صراحة کہا ہے کہ اس دوسرے دورہ رنگ طریقت میں دو طبقات تھے: ایک عام اہلِ کمال جو دورہ شریعت کے طریقہ پر قائم رہے اور ظاہر ہے کہ جو اہلِ کمال نہ تھے، عوام تھے، وہ اسی پر قائم و دائم رہنے پر مجبور تھے کیونکہ حضرت شاہ رضی اللہ عنہ کے فلسفہ حکمت و طریقت کے مطابق افراد و طبقات کو مختلف استعداد میں دی جاتی ہیں جو ان کی طبائع کے مطابق اور ان سے ہم آہنگ ہوتی ہیں اور ان طبعی و فطری استعداد کے مطابق ہی وہ احکام شریعت و مراتب طریقت کو بجالاتے ہیں۔ حضرت شاہ رضی اللہ عنہ نے جنتۃ اللہ بالا گواہ اور بعض دوسری کتب و رسائل میں انسانوں کی استعداد کے فرق سے بحث کی ہے۔

دورہ طریقت اور رنگِ تصوف کے دوسرے دور میں عوام اور عام اہلِ کمال کے دو شبدوں ان سے بلند تر ہمت والا طبقہ اہلِ کمال کے خواص کا تھا اور یہ دوسراء خاص طبقہ اہلِ کمال اس خاص رنگِ تصوف میں رنگ گیا تھا اور وہ ان کی خاص استعدادوں کے مطابق بھی تھا۔ اسی لیے وہ ریاضات شاق کر سکے اور مستقل ذکر و فکر کے ہو رہے اور ان کی وجہ سے ان کو وہ کیفیتِ نصیب ہوتی کہ تعلق بااللہ کی نسبت میں گئی اور وہ صفتِ محبتِ الہی میں سرشار ہو کر عبادت کرتے رہے اور کسی لائق یا ذر سے عبادت و ریاضت نہیں کرتے تھے۔ ان کی اس بھہ

وقتی عبادت و ریاضت سے ان کی توجہ غیر کامل سہی نصیب ہوئی۔ اس رنگِ دورہ طریقت کے زمانے میں جس کو حضرت شاہ رحلیہ نے ”زمان شرح الصدر“ قرار دیا ہے، بہر حال طاعت غالب رہی اور وہ اعمال و اشغال سے غافل نہیں ہوئے۔ تجزیہ بحث سے معلوم ہوتا ہے کہ اس دور میں تین طرح کے افراد و طبقات تھے:

ایک عام اہلِ کمال جو صرف شریعت پر قائم رہے۔

دوسرے عوامِ الناس جن کی طریقت صرف شریعت کی بجا آؤ ری تھی۔

تیسرا خواصِ کمال جو ریاضات شاائق، ذکر و فکر مستقل میں ہمہ وقتی اور مستقل طور سے معروف ہو گئے

(۱۶)

تیسرا رنگِ دورہ طریقت میں خاص رنگ کا ظہور ہوا اور وہ اعمال و اشغال سے گزر کر جذب تک پہنچ گئے اس جذب کے عالم میں ان پر جو حقائق کھلے ان کی بنابران کو ذات واجب الوجود اور قیومِ حی لا بیوت اور تمام دنیا پر متصرف ذات واحد کا عرفان نصیب ہو گیا مگر اس کی وجہ سے وہ اوراد و ظائف، عبادات و ریاضات اور اعمال و اشغال سے بیکاہ ہو کر مجدوب بن گئے۔ مسلم امت میں یہ نیا طبقہ تھا جو وجود میں آیا۔ اس کے وجود کے ساتھ سابقہ طبقات بھی ہوئے۔

اول ”عوامِ الناس“ جو ہر زمانے اور ہر دورے میں شریعت ہی کے پابند رہ کر طریقت کے فیوض اٹھاتے رہے۔ وہ اکثریت میں تھے۔“

دوم ”اہلِ کمال“ کے عوام جو شرعی اور اعمال پر بھرے رہے۔ صوفیہ میں بھی یہ اکثریت میں ہی تھے۔“

سوم ”خواصِ اہلِ کمال“ جو باطنی احوال و کیفیات کو اپنا نصب لعین بنابر ریاضات و عبادات و اعمال و اشغال کرتے رہے اور ان کی تعداد اقلیت قلیلہ تھی۔ اس طرح اس دورہ طریقت و رنگِ تصوف میں چار قسم کے افراد و طبقات بن گئے۔“

چوتھے دورہ طریقت و رنگِ تصوف میں اہلِ کمال کے خواص یعنی اخْصَ الخواصِ حقائقِ تصوف کی تحقیق و تدقیق میں لگ گئے یہ خالص فلسفیانہ تصوف کا دورہ و رنگ ہے جس کے آثار و علامَ کچھ پہلے ابھرنے لگے تھے لیکن جن کو مرتب و مدون فلسفہ کی صورت میں شیخِ ابراہیم بن عربی رحلیہ نے ڈھالا اور وہ فلسفہ وحدۃ الوجود کے نام سے مشہور و معروف ہوا۔ وہ خالص فلسفیانہ بحث ہے۔ تصوف سے اس کا تعلق صرف اس بنابر پر ہے کہ عظیم صوفیائے کرام نے زمانے کے احوال اور تقاضوں سے فلسفیانہ مباحثت سے دل چسپی لی اور وہ جو دباری تعالیٰ، اس کے اثبات و ظہور اور اس کی وحدت و قیومیت سے بحث کرنے پر مجبور ہوئے اور اس طرح وہ فلسفہ میں

(۱۷) ڈھل گیا۔

اس چوتھے دورہ ورنگ تصوف میں نئے طبقہ صوفیہ کے وجود میں آجانے سے امت میں پانچ طبقات بن گئے:

۱۔ عوامِ الناسِ رعایمِ ایمان کے افراد و طبقات جن کی استعداد میں صرف شریعت کے احکام کی بجا آوری پر مجبور ہیں۔

۲۔ عامِ عوامِ اہلِ کمالِ جود و سرے دورہ سے برابر ہر دورہ و دور میں شرعی احکام و ادماں اور نواعی پر قائم ہیں۔

۳۔ خواصِ اہلِ کمالِ جو جذبِ دوروں کے سببِ ریاضاتِ شاق و مُستقلِ اعمال و اشغال میں لگنے پر مجبور ہوئے۔

۴۔ اہلِ کمال کے خاصِ الخواصِ جو حقائق کی معرفت کے سببِ اعمال و اشغال سے بریگانہ اور خالصِ مخدوب بن گئے۔

۵۔ پانچوائیں طبقہ وحدۃ الوجودی ہے جو فلسفیانہ تصوف کے زیرِ اثرِ تھا لق تصوف، تخلاتِ خمسہ رستہ اور وجود باری سے کائنات کے ظہور اور کائنات سے ذات واجب الوجود سے اس کے تعلق کے فلسفہ میں الجھ کر رہ گیا۔ اس فلسفہ کے سمجھنے اور بیان کرنے والے اب تک اکابر صوفیہ میں بھی محدود چند ہوئے ہیں۔

محاکمہ حضرت شاہ رحل اللہ علیہ میں ان چاروں دورات ورنگ ہائے تصوف کے اہلِ کمال اکابر کو ان کے اعمال و احوال کے اختلاف کے باوجود ایک ہی سطح پر رکھا ہے اور ان سب کو مقبول عنہ اللہ بتایا ہے تاہم یہ بھی تسلیم کیا ہے کہ ان کے اقوال و احوال کو ان کے زمانے کے ذوق کے مطابق جانچنا چاہیے۔ حضرت شاہ رحل اللہ علیہ کا تطبیقی ذہن تمام مسالک و مذاہب کی حقانیت، اللہ و رسول کی جناب میں مساوی طور سے مقبولیت اور دنیا میں ان کی یکسان قسم کی حیثیت کے معاملات میں ہر جگہ کافر مانظر آتا ہے اور اس کا واضح ذکر وہ ہمہ عات، فیوض الحرمین، القول الجمیل، تفہیمات الہمیہ، جیہۃ اللہ بالغہ وغیرہ میں برابر کرتے ہیں۔ وہ خود بھی تمام مسالک و سلاسل کے جامع بھی تھے۔ (۱۸)

ولی اللہی تصوف کا بطورِ خاص اور نظریہ دوراتِ رنگ ہائے تصوف کا بالعموم امتیاز یہ ہے کہ وہ شریعت کی بالادستی اور نو قیت ہی کو جاگرنہیں کرتا بلکہ اس کو تمام ترجیحات و ابعاد میں طریقت پر حاکم، محیط اور فیصل بھی بتاتا

ہے اور یہ کوئی خاص ان کا مسلک نہیں ہے بلکہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے قبل کے زمانے کے صوفیہ کرام کے زمانے سے برابر متفقہ چلا آ رہا ہے تمام اکابر صوفیہ اور حضرت شاہ رحمۃ اللہ علیہ بطور خاص طریقت پر شریعت کی حاکیت اور تقویمیت کا عقیدہ و ایقان رکھتے اور ظاہر کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ ان صوفیہ کرام کے لیے بھی جن کا خیال خام تھا کہ ان سے تکلیفِ شرعی، احکامِ شریعت کی بجا آوری کی پابندی اٹھائی گئی ہے۔ احکامِ شریعت میں سے صرف فرائض و واجبات کو ہی نہیں بلکہ نوافل و مُسْتَحبات تک لازمی اور ضروری قرار دیتے ہیں۔ سلوک کی وو قسموں کی بحث ہو یا سعادتین کے حصول کے دو گانہ طریقوں کا نظریہ یا سیدھا سادہ عملی تصور کا نظریہ عمل، ہر جگہ حضرت شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے شریعت کی بالادستی، حاکیت، فرضیت اور ہمہ گیری کا بلخ اظہار کیا ہے اور طریقت و تصور کی حکومیت اور جزویت کا۔ کیونکہ ان کے عقیدہ و ایقان میں زندگی، اجتماع بشری اور فرد و شخص کی دنیاوی اور اخروی سعادتوں کا نظام و سامان صرف شریعت میں ہے۔

اسی حکم عقیدہ اور مضبوط ایمان کا فکری اور علی اظہار ان کا نظریہ دوراتِ تصوف و طریقت ہے۔ اس میں حضرت شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا عظیم ترین کارنامہ یہ ہے کہ دورہ شریعت اور رنگِ کتاب و سنت کو طریقت و تصور کا اولین، ناگزیر اور ہمہ جہت دورہ و رنگ اور اصل الاصول قرار دیا ہے۔ اس سے عوام و خواص، اہل کمال کے ادنیٰ، اوسط اور اعلیٰ طبقات، علماء و فقہاء، صوفیہ و مشائخ حتیٰ کہ انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کے سردار آقائے نامدار سید المرسلین و خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم بھی کسی جہت میں بھی مستثنی نہ تھے جبکہ دوسرے تمام دورات طریقت میں حضرت شاہ رحمۃ اللہ علیہ صرف ”اہل کمال کے خواص“ کا رنگ بتاتے ہیں۔ اہل کمال کے عوام بھی اس سے رنگ ہوئے نہ تھے حضرت شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے قرب الفرائض اور قرب النوافل کے اپنے نظریہ و بحث میں واضح کیا ہے کہ قرب الفرائض واجب ہے اور مؤخرالذ کو صرف نقل منطق و عقل سیم کے علاوہ اسلامی تاریخ و تہذیب کے تمام واقعات اور خاص تصور و طریقت کے سارے شواہد یہ ثابت کرتے ہیں کہ دورہ شرح الصدر، زمان جذب و قرب النوافل اور دورہ حکمت و فلسفہ صرف خواص بلکہ اخص الخواص افراد و طبقات کا رنگِ تصور ہو۔ عام صوفیہ و مشائخ اور ان کے مریدوں اور سالکوں کا رنگِ تصور حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے سے سیدھا سادہ عملی تصور رہا ہے۔ حضرت شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اس نظریہ سے ثابت کیا ہے کہ سب عوام و خواص کا اصلی رنگ طریقت صرف شریعت ہے اور اس کے احکام کی بجا آوری سے تمام باطنی تقاضے پورے ہو جاتے ہیں اسی سے تزکیہ نفس ہوتا ہے اور اسی سے احوال و مقامات ملتے ہیں اور یہی ان کے نظریہ کی جان ہے۔

حوالہ جات

- ۱- مذکورہ بالا کے علاوہ کتب شاہ جیسے انفاس العارفین، تفہیمات الہیہ، لمعات، القول الجمیل، الامتاب، سطعات وغیرہ یا نیز کتاب خاکسار شاہ ولی اللہ کے آخذ۔۔۔ کتب و شخصیات، پھلت ۲۰۱۰ء: مناظر احسن گیلانی، تذکرہ حضرت شاہ ولی اللہ، حیدر آباد دکن، ۱۹۳۸ء: محمد رحیم بخش دہلوی، حیات ولی، لاہور ۱۹۷۲ء: اطہر عباس رضوی، شاہ ولی اللہ ایڈ ہر تائس (انگریزی) کینزا، ۱۹۸۰ء وغیرہ
- ۲- اس نظریہ شاہ کے اکثر و پیشتر اہل قلم نے صرف ہماعت کو مأخذ بنا�ا ہے اور اس میں بھی وہ مختلف دورات اور رنگوں کا تجویز نہیں کر سکے مثلاً ملاحظہ ہو:

محمد عبدالحق انصاری، مجدد دین امت اور تصوف، نی دہلی ۲۰۰۹ء بالخصوص ۵۳۔۔۔ ۵۵ (ماشیہ ایں صرف ہماعت کا حوالہ ہے۔)

- ۳- ہماعت اردو ترجمہ محمد سرور لاہور ۱۹۳۳ء، ۱۹۴۳ء، ۱۹۴۸ء، ۱۹۵۳ء۔۔۔ نے ان چاروں دورات اور رنگوں کا ترجمہ دور سے کیا اور اپنی طرف سے ہر دور کی سرخی لگادی ہے۔ ترجمہ کے استقام و نقاصل اس کے علاوہ ہیں۔ اصل ہماعت فارسی مرتبہ نور الحق علوی و غلام مصطفیٰ قاسمی، شاہ ولی اللہ، اکادمی حیدر آباد سندھ ۱۹۶۳ء، ۱۹۶۴ء۔۔۔ ۲۰ سے اس کا موازنہ حقیقت کو واضح کر دیتا ہے۔ نیز ملاحظہ ہو بحث آئندہ
- ۴- مشاپر و فیسر محمد عبدالحق انصاری کی بحث مذکورہ بالا کے علاوہ متعدد ثانوی آخذ و کتب کے مؤلفین کرام جن کا اوپر ذکر آچکا۔
- ۵- شاہ ولی اللہ، ہماعت، اردو ترجمہ محمد سرور، سندھ ساگر اکیڈمی لاہور ۱۹۶۳ء، ۱۹۹۹ء: مکتبہ رحمانیہ دیوبند ۱۹۶۹ء: محمد عبدالحق انصاری، مذکورہ بالا، ۵۹۔۔۔ ۲۰ کا ترجمہ مختلف ہے۔ حوالے دیوبند کے طبع کے ہیں:

۷۰۔۔۔ ۷۷

- ۶- اصطلاحاتِ تصوف کے آئندہ بحث کے علاوہ ملاحظہ ہو: ابوالقاسم قشیری، رسالہ قشیری، اردو ترجمہ اسلام آباد ۱۹۷۰ء: ابوطالب کی کی قوت القلوب، مطبعہ یمینہ مصر ۱۳۰۱ء وغیرہ کتب حدیث میں اسے حدیث جریل کہا گیا ہے: ملاحظہ ہو: کتاب خاکسار، وحی حدیث نبی وعلی ۲۰۰۲ء، ۱۸۲۰ء، ۱۸۸۱ء، حوالہ مسلم کتاب الایمان، باب بیان الایمان والاسلام والاحسان یا نووی، المہاج، ۱۳۱۱ء ما بعد

- ۷۔ شاہ ولی اللہ، تفہیمات الالہیہ، مرتبہ غلام مصطفیٰ قاسمی، اکادمیہ الشاہ ولی اللہ دہلوی، حیدر آباد سنہ ۱۹۹۷ء، ۱۰۳ صفحہ اور ایک اور تفہیم میں حضرت شاہ دشمنی نے لکھا ہے کہ متنفس صوفیہ نے صرف اللہ سے لوگائی اور میعشت کی تلاش ترک کر دی اور دوسرے اخراجات پیدا کیے تو سید الطائفہ جنید بغدادی آئے اور انہوں نے اس طریقہ کو سنت پر استوار کیا اور اس کی تہذیب کی اور خالص بنایا۔ لہذا حضرت جنید کا طریقہ خیر محض ہے اور اللہ نے اس میں برکت پھونک دی اور اس پر شمار سے زائد لوگوں کو جمع کر دیا (تفہیمات الالہیہ ۱۰۳: ۲۷۳-۲۷۴: تفہیم ۲۷۳)
- ۸۔ (تفہیمات الالہیہ ۱۰۲: ۲۷۱ مابعد: ۱۹۳/۲: ۲۰ مابعد)۔
- ۹۔ (تفہیمات الالہیہ مذکورہ بالا: بہعات مذکورہ بالا: تفہیم ۲۶۹: نیز تفہیم ۱۲۱، ۱۲۱/۲: اس کو دورہ زمان شرح الصدر قرار دیا نیز ۱۹۲/۲-۱۹۳/۲ مابعد)۔
- ۱۰۔ بہعات اردو ترجمہ مذکورہ بالا
- ۱۱۔ مذکورہ بالا، ۱۰۳/۱ مابعد۔
- ۱۲۔ مزید شرح کے لیے ملاحظہ، تفہیمات ۱۹۲/۲-۱۹۳/۲ مابعد۔
- ۱۳۔ بہعات مذکورہ بالا، ۷۵-۷۶۔
- ۱۴۔ بہعات مذکورہ بالا، ۷۶-۷۷۔
- ۱۵۔ تفہیمات الالہیہ ۱۰۵/۱۰۵: حدیث مذکورہ بالا خطیبة جنتۃ الوداع میں یوم الخر کو ارشاد فرمائی تھی۔ آیت قرآنی: سورۃ بقرہ
- ۱۶۔ یہ حقیقت تاریخی واقعات اور صوفی روایات سے بھی ثابت ہوتی ہے کہ صرف کبار صوفی اور ان کے چیہہ مریدین و سالکین ہی کل وقت ہوتے تھے جو زندگی سے کٹ کر صرف خانقاہوں کے ہو رہے ہیں۔ ورنہ یہ شتر بلکہ غالب اکثریت ان کی ریاضات شاقوں کے علاوہ دوسرے فرائض زندگی ادا کرتے ہیں۔ عام اہل کمال کا تصوف و طریقت جزویت ہی ہوتا ہے کہ وہ فرائض و واجبات کے ساتھ ذکر و فکر اور اراد و وظائف بھی ادا کر لیتے ہیں۔
- ۱۷۔ وحدۃ الوجود پر حضرت شاہ کی بحث کے لیے ملاحظہ ہو: مکتوب مدنی، جس کا اردو ترجمہ محمد حنیف ندوی نے لاہور سے چھاپا ہے:
- وہ اصلًا تفہیمات الالہیہ میں شامل ہے۔ شیخ اکبر کے فلسفہ وحدۃ الوجود کی ایک تحریر شیخ احمد سہنی مجدد الف ثانی نے وحدۃ الشہود کے نام سے کی اور اسے زیادہ اسلامی قرار دیا جانے لگا مگر حضرت شیخ ولی اللہ کے مطابق دونوں ایک ہیں اور یہ نیز اع لطفی ہے: محمد عبدالحق انصاری مذکورہ بالا۔

۱۸۔ چاراہم ترین سلاسل تصوف: نقشبندیہ، قادریہ، سہروردیہ اور چشتیہ کے علاوہ حضرت شاہ کا تعلق و ربط باطنی شاذی، شطاری، مداری، مدینی وغیرہ سلاسل کے علاوہ طریقہ اویسیہ سے بھی تھا۔ القول الجمیل میں حضرت شاہ حشیخ نے اپنے ان انتخابات کا ذکر تفصیل سے کیا ہے۔

○○○